الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ کے
صدر مفتی مولانا نظام الدین صاحب کی

مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف

گل افشانیاں

از قلم: حکیم الملت، حضرت علامہ مولانا مفتی
ناظر اشرف صاحب قبلہ، قادری، [redacted]

شائع کردہ:: ماہنامہ سنّی آواز، ناگپور

پیش نظر

زیر نظر ''کتابچہ'' مفتی نظام الدین مبارکپوری کی سیاہ کارستانی کا دندان شکن جواب ہے۔ یکے بعد دیگرے جس جدید انداز سے انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر حملہ کیا ہے۔اس سے انکی علمی لیاقت کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔

ایسے شر پسند مولوی کو دنیائے سنیت کے عظیم وجلیل ادارہ میں صدارت شعبۂ افتاء پر متمکن کرنا حیرت وتعجب خیز امر ہے۔اس سے ادارہ کی عظمت پر چار چاند نہیں لگ سکتا۔ بلکہ ادارہ کی عظمت پارہ پارہ ہوگی۔آج مولوی صاحب تحقیق کے نام پر اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علیہما الرحمہ اور تاج الشریعہ علامہ اختر میاں ازہری مدظلہ کے محقق ومعتمد علیہ فتووں پر حملہ آور ہیں۔

کل کون جانتا ہے کہ یہی صاحب تحقیق کے نام پر ظفر ادیبی اور خلیل بدایونی کی روش نہ اختیار کر جائیں اور حسام الحرمین اور المعتقد پر بھی تحقیق کا آرہ نہ چلادیں۔ اور اسباب ستہ کا آڑ لیکر مسلک اہلسنت کو صلح کلیت کا لبادہ اوڑھانے کی جہد پیہم نہ کریں۔اسی لئے افراد اہلسنت سے گذارش ہے کہ ایسے جدت طراز مولوی کے فتوؤں کو ردی کی ٹوکری میں ڈالکر صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔

وآخر ودعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

''اشاریہ''

(۱)۔اٹھارویں فقہی سمینار کے جواب میں ہے۔

(۲)۔ٹائی، نہ مذہبی شعار ہے نہ ہی قومی، کے جواب میں ہے۔

(۳)۔مبائل فون وغیرہ سے رویت ہلال کے جواز کی تردید میں ہے۔

شائع کردہ:: ماہنامہ سنّی آواز ، ناگپور

فقہی سیمینار بورڈ، دہلی کے ساتویں فقہی سیمینار کا سوال نامہ

کیا جدید آلات کے ذریعہ ثبوت ہلال ممکن ہے؟

سوال: استفاضہ کسے کہتے ہیں اور کیا خبر رسانی کے جدید ذرائع مثلاً فون، فیکس وغیرہ سے بھی اس کا تحقیق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بصورت اثبات کچھ مخصوص شرطوں کے ساتھ یا بلاشرط؟ بر تقدیر اول وہ خاص شرطیں کیا ہیں؟

اس کے جواب میں علمائے کرام نے مقالات لکھے اور فقہی سیمینار بورڈ دہلی کے ساتویں سیمینار کی پہلی نشست میں اس پر زوردار بحثیں ہوئیں۔ بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل جواب پر مندوبین کا اتفاق ہوا۔

۱)۔ استفاضۂ خبر کا معنیٰ ہے: خبر کا پھیلنا، مشہور ہونا، شائع وذائع ہونا، فقہائے کرام کی اصطلاح میں استفاضہ "خبر مشہور" کو کہتے ہیں۔

علامہ رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفاضہ کے بیان میں "ان تاتی من تلک البلدة ضماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة۔" تحریر فرمایا۔ اس سے مستفاد ہے کہ مخبرین کی تعداد کم ازکم (۹) ہونی چاہیے۔ البتہ اس کے لیے کثیر افراد کا آنا یا ان کا جماعت در جماعت ہونا تصویر مفہوم کے طور پر مذکور ہے۔ قید احترازی یا شرط لازم کے طور پر نہیں۔ ورنہ بہت سی احادیث مشہورہ و مستفیض ہونے میں اشکال لازم آئے گا۔ اس لیے مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ استفاضہ متحقق ہونے کے لیے صرف یہ ضروری ہے کہ کثیر افراد خبر دینے والے ہوں۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں آنا یا جماعت در جماعت ہونا شرط نہیں۔ (۲) خبر رسانی کے جدید ذرائع مثلاً ٹیلی فون موبائل فون سے استفاضہ کا تحقق ہو سکتا ہے۔

عثمان غنی باپورضوی
دار العلوم انوار مصطفی، دھرول، جام نگر، گجرات

جواب ص ۱۶ پر ملاحظہ کریں

فیصلے

(بمقام دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی)

پہلی دوسری نشست: ۱۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰؍ جولائی ۲۰۰۵ء صبح ۹؍ بجے سے ۱؍ بجے تک اور مغرب سے ۱۱؍ بجے شب تک

جدید ذرائع ابلاغ اور مسائل ہلال

اشرفیہ مبارکپور کے فقہی سیمنار میں

ایک متفقہ فیصلہ پر اہم فتویٰ

حضرت مفتی صاحب قبلہ مد ظلہ الاقدس السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابھی تین ماہ قبل مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے تحت منعقد ہونے والے اٹھارھویں فقہی سیمنار کے لئے جن مسائل کا تعین ہوا ان میں ایک اہم مسئلہ ایی میشن کا شرعی حکم بھی موضوع بحث تھا اس پر بحث وتمحیص کے بعد باتفاق مندوبین جو فیصلے ہوئے اکیس ر۷ نمبر کے تحت یہ فیصلہ بھی ان الفاظ میں موجود ہے کہ ’’اسلامی فرائض وواجبات اور اخلاق وآداب کی تعلیم کے نام پر بدمذھبوں نے سی ڈیاں تیار کررکھی ہیں، جو بہت سی غلط معلومات پر بھی مشتمل ہیں اور ناواقف طلبہ وعوام ان کے ذریعہ مسائل سیکھ رہے ہیں ان سے طلبہ وعوام کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے اس لئے جہاں طلبہ وعوام سے علمائے اہلسنت براہ راست رابطہ کرکے انھیں تعلیم نہ دے پاتے ہیں وہاں کم ازکم یہ انتظام ہو کہ اپنے علماء کے ذریعہ ایسی آسان اور صحیح سی ڈیاں فراہم ہوں جن سے ناواقف لوگ استفادہ کرسکیں مختصر یہ کہ جہاں حاجت متحقق ہو وہاں دینی معلومات کی فراہمی کے لئے ایسی سی ڈیاں تیار کرانا اور استعمال میں لانا جائز ہے جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں‘‘ مجلس شرعی کے اس فیصلہ پر حسب ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱)۔حاجت وضرورت کا مفہوم کیا ہے؟ اوران کا دائرہ اثر کیا ہے۔(۲)۔جہاں طلبہ وعوام سے علمائے اہلسنت براہ راست رابطہ کرکے انہیں تعلیم نہ دے پاتے ہیں وہاں کم ازکم یہ انتظام کہ علمائے کرام کے ذریعہ آسان اور صحیح سی ڈی (باتصویر) فراہم کرنا حاجت میں داخل ہے یا نہیں؟ (۳)۔جہاں طلبہ وعوام کا علمائے اہلسنت سے رابطہ ممکن ہو بلکہ بالفعل رابطہ موجود ہو وہاں ایسی سی ڈیاں (باتصویر) استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہاں پر حاجت کا سہارالیکر جواز کی راہ نکل سکتی ہے یا نہیں؟ (۴)۔بدمذھبوں کی بنائی ہوئی باتصویر سی ڈیوں کا ترکی بترکی بعینہ اسی طرح باتصویر سی ڈیاں تیار کرکے جواب دیناذمہ دار علمائے اہلسنت پر فرض، واجب، استحباب، اباحت کس زمرے میں داخل ہوگا؟ اگر علماء اہلسنت بدمذھبوں کی سی ڈیوں کے جواب صرف زبانی یاتحریری یاانٹرنیٹ کے ذریعہ دیں تو علمائے اہلسنت اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونگے یانہیں؟

(۵)۔ بلادِ ہند، مثلاً عروس البلاد ممبئی، دہلی، کلکتہ، ناگپور وغیرہ وغیرہ جہاں ہمہ وقت عوام وطلبہ کا علمائے اہلسنت سے رابطہ رہتا ہے کیا ان بلاد میں سی ڈیاں بنانے کی حاجت ہے؟ کیا ان بلاد میں سی ڈیوں کو استعمال میں لانا جائز ہے؟ جبکہ فیصلہ میں یہ عبارت بھی موجود ہے کہ جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں؟

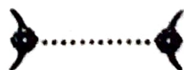
(۶)۔ فقہی سیمینار میں حاجت کا مطلب یہ مرقوم ہے کہ تصویر نہ ہو تو انسان ضرر اور مشقت میں مبتلا ہو جیسے شناختی کارڈ، پاس پورٹ، راشن کارڈ کی تصویریں جنکے بغیر انسان ضرر اور حرج میں مبتلا ہوگا'' اس پر دریافت طلب امر یہ ہے کہ حاجت میں جس ضرر و مشقت کا اعتبار ہے وہ صرف مبتلاء شخص کے ضرر و مشقت ہیں یا دوسرے کے بھی؟ جبکہ حاجت کی تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف مبتلاء شخص کا ضرر و مشقت معتبر ہے نہ کہ دوسرے اشخاص کا؟

(۷)۔ جو چیز حاجت یا ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتی ہو، تو ضرورت و حاجت پوری ہونے کے بعد بھی جائز ومباح رہیگی یا حکم حرمت عود کر آئیگا مثلاً فقہی سیمینار کے فیصلہ کے مطابق بدمذہبوں کی سی ڈیوں کے جواب میں ذمہ دار علمائے اہلسنت کو آسان اور صحیح سی ڈیاں بنانے کی اجازت دی گئی ہے تو اگر علمائے اہلسنت ایک بار جوابی سی ڈیاں تیار کردیں تو کیا انھیں دوبارہ بھی سی ڈیاں بنانے کی اجازت ہوگی؟ اور بار بار اس قسم کی سی ڈیاں بنانے پر وہ گنہگار ہونگے یا نہیں؟

(۸)۔ فقہی سیمینار میں حاجت کا مفہوم اور مثال پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس طرح بعض مواقع اور واقعات کی تصویریں نہ ہوں اور ان سے متعلق حکومت یا کورٹ کی تفتیش ہو تو اپنا دفاع مشکل ہوگا اور سخت ضرر ہوگا یہ بھی درجہ حاجت میں ہے مثلاً یورپ وغیرہ کی بعض مسجدوں میں آلات مصوری اس مقصد سے نصب ہوتے ہیں کہ یہ ثبوت فراہم کیا جاسکے کہ یہاں آنے جانے والے کون تھے اور کوئی حادثہ ہوا تو اس کا ذمہ دار کون ہے اس پر دریافت طلب امر یہ ہے کہ درجۂ حاجت کے تحت جو مثال پیش کی گئی ہے وہ درجۂ حاجت میں داخل ہے یا نہیں؟ بلفظ دیگر مثال ممثل لہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ جواب باصواب عنایت فرما کر اجر جزیل کے مستحق بنیں

فقط والسلام المستفتی۔

(مولانا) عبدالحلیم اشرفی رضوی، ناگپور۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب بعون الملک العزیز الوہاب

(۱)(۲)۔فتاویٰ رضویہ المجلد الاول ،ص ۱۵۸/۔پر ہے کہ۔ضرورت یہ کہ اس کے بغیر گذر نہ ہو سکے۔اور حاجت یہ کہ۔بے اس کے ضرر ہو۔غمز العیون والبصائر،شرح الاشباہ والنظائر ص ۱۰۸/ پر علامہ سید احمدی حموی علیہ الرحمہ فتح القدیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔"فالضرورة بلوغه حداً ان لم یتناول الممنوع هلک اوقارب وهذایبیح تناول الحرام "یعنی ضرورت یہ کہ انسان اس حد تک پہونچ جائے ،کہ اگر ممنوع چیز نہ کھائے ،تو مرجائے یا قریب بہ مرگ ہو جائے۔تو ایسی صورت میں اس کے لئے حرام کھانا مباح ہوتا ہے۔اور حاجت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"والحاجة کالجائع الذی لولم یجد مایاکلہٗ لم یهلک غیرانه یکون فی جهدو مشقة،وهذا لایبیح الحرام ویبیح الفطرفی الصوم "۔یعنی حاجت کی مثال وہ بھوکا شخص ہے۔جسے کھانے کو نہ ملے تو ہلاک نہ ہو،مگر حرج ومشقت میں پڑ جائے۔ایسے شخص کے لئے حرام مباح نہیں ہوتا۔مگر رخصت دیدی جاتی ہے،جیسا کہ روزہ چھوڑنا مباح ہوتا ہے،(اور یہ رخصت اس لئے دی جاتی ہے کہ اس کا بدل موجود ہے یعنی دوسرے ایام میں قدرت کیوجہ سے روزہ رکھنا)

مذکورہ بالا تعریف ومثال سے ضرورت وحاجت کا دائرۂ اثر یوں معلوم ومنکشف ہو گیا کہ ضرورت بقدر ضرورت تک محدود رہیگا،جیسے جان جارہی ہو تو کھانے میں چھوٹے چھوٹے چند لقمے جو سدرمق کریں ،ادائے فرض کی طاقت دیں،اشباہ ونظائر میں ہے،"ما ابیح للضرورة یتقدر بقدرها "ضرورت کی ایک مثال فتاویٰ رضویہ میں یہ بھی دی گئی ہے،کہ اگر اہل وعیال ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں جانے کے لئے تصویر شرط قرار دیدی گئی ہو،تو اہل وعیال کے پاس جانے اور انہیں لانے کی ضرورت بیشک ضرورت ہے۔

رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہرگز یہ حکم نہ دیگی کہ (اس ملک والے) تصویر لیں گے (تو) تم وہی رہو،اور انہیں سمندر پار پڑا رہنے دو،کہ نہ تم ان کی موت وحیات میں شریک ہوسکو، نہ وہ تمہاری،لہذا ایک ہی بار تصویر لیکر ان کے پاس جانا یا انہیں وہاں سے لانے کی اجازت ہے،(بار بار نہیں) اور چونکہ حاجت کا دائرۂ اثر ضرورت سے وسیع تر ہے۔تو اسی مثال کی توسیع فرماتے ہوئے امام

احمد رضا قدس سرہٗ رقمطراز ہیں۔ کہ دوسرے ملک والے نے اب تصویر کی شرط قرار دیدی ہے۔ اور وہاں پہلے سے تجارت قائم ہے، تو اگر تجارت قائم رکھنے کو جانا ہے، مگر ایک ہی بار۔ کہ پھر وہیں توطن کا ارادہ ہے۔ یا بار بار۔ مگر تصویر اول ہی بار بار لیجائیگی، تو یہ بھی جواز میں ہے۔ کہ ایک بار جانے سے چارہ نہیں۔ اور اگر ہر بار تصویر دینی ہوگی تو دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ اس کے پاس ذریعۂ رزق وہی تجارت ہے اور وہ تجارت وہیں چلتی ہے۔ اگر یہاں مال اٹھالائے، بیکار جائے، یا نقصانِ شدید اٹھائے، تو یہ پھر حرج وضرر کی صورت میں آگیا۔ والحرج مدفوع۔ اور اگر اس کے قطع میں معتد بہ ضرر نہیں، یا وہ تجارت یہاں بھی چلے گی۔ اگرچہ نفع کم ملیگا، تو صرف ایک بار جانے کی اجازت ہے۔ دوبار کی نہیں۔ کہ منفعت کیلئے ناروا روا کرنا ناروا، ایک مقام پر امام اہلسنت تنبیہ فرماتے ہیں۔ "ہمیشہ یاد رہے، کہ احکام الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہوسکتی۔ مشقت شدید عذر ہے۔

ضرورت وحاجت کے دائرۂ اثر کو فہم ودرک کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ، ضرورت میں اختیار باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ المنجد، ص ر ۴۴۷ پر بھی ہے۔

"الضروری ماتدعو الحاجة الیه دعاءً قویاً ماا کره علیه الانسان، ماسلب فیه الاختیار للفعل والترک" یعنی ضروری (ضرورت) یہ ہے کہ جسکی طرف انسان کو شدید حاجت پیش آئے۔ جس پر انسان مجبور ہوجائے، جس میں انسان کے کرنے نہ کرنے کا اختیار مسلوب ہو۔ ضرورت کا یہی معنی شرع شریف میں مطلوب ہے۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ مبارک پوری فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول کے ص ر ۱۲۸ پر لکھتے ہیں کہ "حاجت میں کرنے، نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے"۔

فتاویٰ مصطفویہ، ج ر ۳ ر ص ر ۲۲۷ پر شہزادۂ اعلیٰحضرت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وارضاہ عنا رقمطراز ہیں کہ۔ "احکام حالت اضطرار، اور احکام حالت اختیار جدا ہیں، ضرورت میں اضطرار ہوتا ہے اور حاجت میں اختیار"۔ تو اب کسی ملک والے نے اپنے ملک میں داخلہ کیلئے تصویر کی شرط لگادی۔ کہ بغیر تصویر داخلہ ممنوع۔ اور اہلسنت وجماعت کے ذمہ دار عالم اس ملک میں تبلیغ وارشاد کیلئے جانا چاہتے ہیں۔ تو اس کو جانے کی اجازت اسی وقت ہوگی جب مندرجہ ذیل شرائط پائے جائیں۔

(۱) ضرورت یا حاجت فی الحال متحقق ہو۔

(۲) ضرورت یا حاجت کا کوئی متبادل نہ ہو۔

کیونکہ اگر ضرورت یا حاجت کا کوئی متبادل ہے، تو تصویر کھنچوا کر جانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائیگی جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ فقہ اسلامی کے، ص ر ٦۵، پر لکھتے ہیں۔ پھر بھی اگر حالت اسقدر ابتر ہو جائیں۔ کہ فوراً کسی متبادل کا انتظام نہ ہو۔ تو وہ امور فوت یا قریب فوت ہو جائیں" تو اب فقہی اصطلاح کے مطابق ضرورت کا تحقق تسلیم کر لیا جائیگا۔

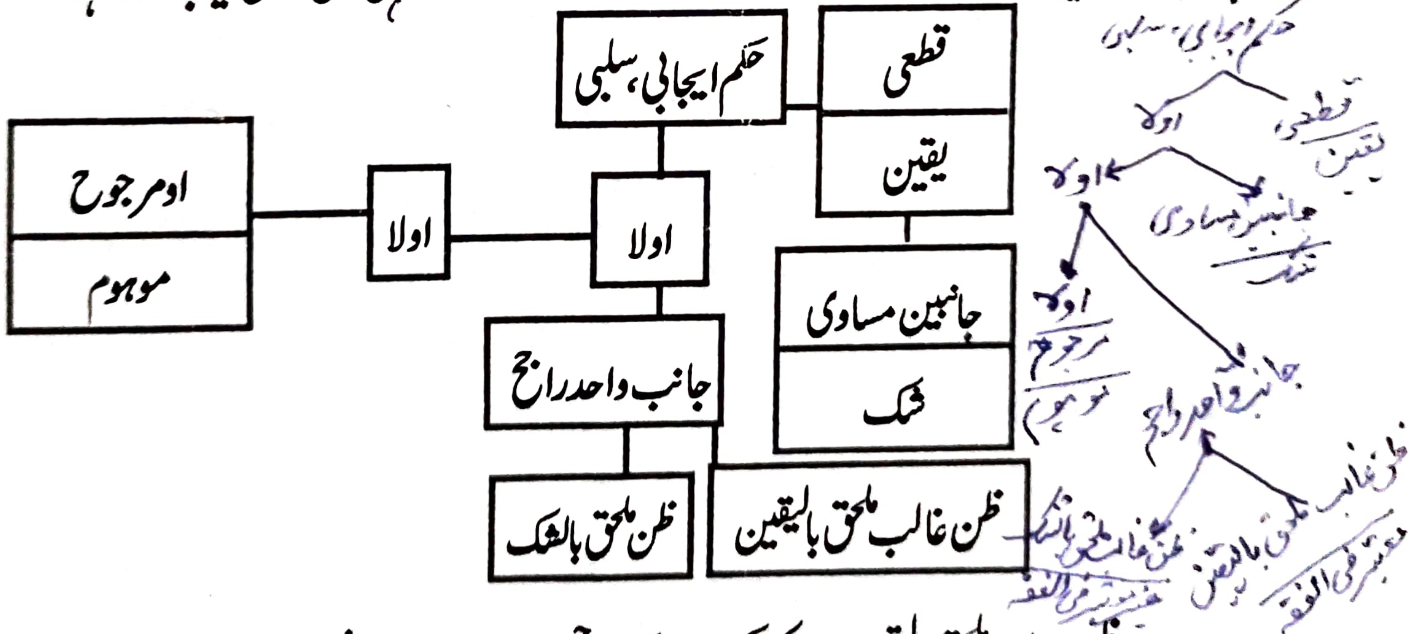
اس عبارت کا صاف مطلب یہی ہے کہ اگر متبادل کا انتظام ہے۔ تو ضرورت متحقق نہ ہوگی۔ اور یہی بات حاجت میں بھی ہے۔ کہ اگر متبادل موجود ہو تو حاجت متحقق نہ ہوگی۔

(۳) ضرورت یا حاجت میں ممنوع کا استعمال صرف بقدر ضرورت یا حاجت ہو۔

(۴) اپنے ضرر کا ازالہ اسی کے مثل ضرر سے نہ کیا جائے۔

(۵) یقین نہیں۔ تو اقل درجہ ظن غالب ہو، کہ ممنوع کے استعمال سے دین یا جان، یا عقل، یا نسل، یا مال کی حفاظت ہو جائیگی۔

تنبیہ ضروری۔ مجرد ظن کافی نہیں۔ بلکہ ظن غالب چاہیئے۔ عند الفقہاء ظن اور ظن غالب میں کیا فرق ہے؟ بآسانی ذیلی نقشہ سے ذہین میں منقش کیا جاسکتا ہے۔



ظن غالب ملحق بالیقین۔ اسکو کہتے ہیں کہ ترجیح اس حد تک پہونچ جائے کہ دل دوسری طرف کو بالکل چھوڑ دے۔ ترجیح ہی کی جانب متوجہ رہے۔ اسی کو اکبر رائے بھی کہتے ہیں۔ یہی فقہ میں معتبر ہے۔

ظن ملحق بالشک اسکو کہتے ہیں کہ ترجیح اس حد تک نہ پہونچ پائے کہ دل دوسری طرف کو بالکل چھوڑ دے بلکہ جانب آخر کی طرف بھی دھیان جائے۔ اور یہ ظن فقہ میں غیر معتبر ہے۔ فتاوی رضویہ، ج ۱، ص ۱۱۲ پر امام احمد رضا قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اقول. وبيان ذالك على ماظهر العبد الضعيف بحسن التوفيف من المولىٰ اللطيف ان الحكم بشيء اما ان يحتمل خلافه احتمالاً ناشياً عن دليل غيرساقط حتىٰ يكون للقلب اليه ركون اولا. الاول هو الظن باصطلاح الفقه والثاني العلم ويشمل ما اذالم يكن ثمه تصور ماللخلاف اصلاً. وهو اليقين بالمعنىٰ الاخص. او كان تصوره بمجرد امكانه في حد نفسه من دون ان يكون ههنا مثارلهٗ من دليل ما اصلاً. وهو اليقين بالمعنى الاعم، او كان عن دليل ساقط مضمحل لايركن اليه القلب، وهو غالب الظن واكبر الرائ واليقين الفقهي، لالتحاقه فيه باليقين، وبه علم ان في الاحكام الفقهية لا عبرة بالاحتمال المضمحل الساقط اصلا"

اب مجھے عرض کر لینے دیجئے کہ مذکورہ بالا ظن غالب کی توضیح سے بلا دغدغہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ فقہ میں جس ظن کا اعتبار ہے وہ باتصاویری ڈیوں میں عنقاء کیطرح مفقود ہے۔

جو لوگ حاجت کی آڑ لیکر جواز کے قائل ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ بد مذہبوں کی سی ڈیوں کے مقابلہ میں سنی علماء کی سی ڈیاں بھی لوگ دیکھیں گے، سنیں گے، اور جادہ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔

ہمنے مانا کہ سنی علماء کی سی ڈیاں دیکھیں گے، سنیں گے، اس کا ظن، ملحق بالشک میں شک نہیں ایسا راجح ہے کہ مرجوح نہیں۔ بلکہ تیقن میں تذبذب نہیں

اور جادۂ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔ یہ حکم ایجابی وسلبی کے یقین وملحق بالیقین کے سوا کسی بھی صورت میں داخل ہو سکتا ہے؟ اسمیں بھی تردد نہیں۔ فافہم

تو معلوم ہوا کہ حاجت کی یہ شرط بھی قائلین جواز کے ہاتھ سے گئی۔

ذرا اس سلسلے میں چودھویں صدی کے اس عبقری امام ھمام کی العطایا النبویہ المجلد التاسع ص ۱۹۸ کھول کر دیکھیں۔ جنکی زندگی کے لمحات فقہ کی زلف برہم کو سنوارنے میں تمام ہوگئی وہ فرماتے ہیں۔ "اعلائے کلمۃ الحق کیلئے تصویر کھنچوانے سے متعلق تین صورتیں ہیں۔

(۱)۔ اگر کچھ کافروں نے وہاں سے اسے لکھا کہ ہم تمہارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہونگے۔ آکر ہمیں مسلمان کرلو۔ تو لازم (بمعنی فرض) ہے۔ کہ جائے۔ کہ اس کے لئے فرض نماز کی نیت توڑ دینا واجب ہوتا ہے، حدیقہ ندیہ میں ہے، ''لو قال ذمی للمسلم اعرض علی الاسلام، یقطع، وان کان فی الفرض، کذافی خزانۃ الفتاویٰ''

(۲)۔ یا وہاں کچھ کفار اسلام کی طرف مائل ہیں۔ کوئی ہدایت کرنے والا ہو۔ تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس صورت میں بھی اجازت ہوگی۔ ''فان الظن الغالب ملتحق بالیقین'' بلکہ اس صورت میں بھی وجوب چاہیے۔ (اسکی وجہ یہی کہ ترجیح اس حد تک پہونچ چکی ہے۔ کہ دل جانب آخر کو ترک کردیا ہے)

(۳)۔ مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ۔ اگر عام کفار کی سی حالت ہے۔ تو بحمد اللہ تعالیٰ دعوت اسلام ایک ایک ذرہ زمین کو پہونچ چکی ہے۔ لہذا اب قتال کفار میں تقدیم دعوت مستحب ہے، ہدایہ میں ہے۔ ''یستحب ان یدعو من بلغتہ الدعوۃ فی الانذار ولا یجب ذلک'' اب یہ صرف منفعت کے درجہ میں آگیا۔ اس کے لئے اجازت نہیں۔

کچھ لوگ مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں ہی باتصاویر سی ڈیوں کا جواز سمجھ رہے ہیں۔ یاللعجب ''جو عبارت عدم جواز کیلئے آخری کیل کی حیثیت رکھتی ہو۔ وہ الٹی منطق سمجھا رہے ہیں''۔

فتاویٰ رضویہ کی عبارت کا خلاصہ تو یہ ہے کہ پہلی اور دوسری جواز کی صورت ہے۔ اور تیسری عدم جواز کی دونوں صورتوں پر سرسری نظر ڈالئے، تو یہ عقدہ کھل کر سامنے آتا ہے۔ کہ جن ممالک کے والیوں کی جانب سے تصویر شرط ہے۔ وہ اضطرار و اجبار کی حالت ہے۔ انہی ممالک کے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ ہمیں آکر مسلمان کردیجئے، یا وہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں۔ جسکی تحقیقی اطلاع ہے اور قبول اسلام کا ظن غالب ہے تو بربنائے اعلاء کلمۃ الحق، فرض عین کی تکمیل کے لئے الضرورت تبیح المحظورات کے تحت جواز کی راہ نکال لی گئی۔ اور صرف ایک بار تصویر کھنچوانے کا حکم صادر کردیا گیا۔ لیکن اگر کوئی متبادل موجود ہوتا۔ تو ہرگز تصویر کھنچوانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

مزید براں جواز کی مذکورہ دونوں صورتیں فقہی اصطلاح میں جس کو یقین کہا جاتا ہے۔ اسی میں محصور ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی توضیح بلیغ، تنقیح انیق، نافع ومفید نے ذہن کے دریچے وا کردیے اور باتصاویری ڈیوں کے جواز وعدم جواز کے مسئلہ کو آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن وتابناک کر دیا۔

کہ باتصاویری ڈیوں کا جواز ''فمن اضطر غیر باغ ولا عاذ'' اور ''الا ما اضطررتم الیہ'' کے تحت ضرورت میں داخل نہیں۔ اور شرائط حاجیہ کے فقدان کیوجہ سے حاجت کو شامل نہیں۔ تو پھر باتصاویری ڈیوں کو ضرورت یا حاجت میں کیسے داخل کیا جاسکتا ہے؟۔

اس کے باوجود اگر کوئی کہے، کہ غیر ممالک سے طلبہ وعوام کا مطالبہ ہے کہ سنی علماء کی سی ڈیاں بھیجئے۔ تاکہ ہم لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔

اور کسی ذمہ دار عالم کو ظن غالب ہو، اور وہ اپنی باتصاویری ڈیاں بنوا کر بھیجدے تو جائز ہونی چاہئے۔

تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ کسی ذمہ دار عالم کا ایسا ظن غالب نہیں ہوتا۔ جو ملحق بالیقین ہو، بلکہ حقیقۃً وہ مجرد ظن ہی ہوتا ہے۔ لو فرضنا۔ اگر وہی ظن غالب ہو، جو ملحق بالیقین ہوتا ہے، نہ کہ ملحق بالشک۔ تو عرض ہے کہ امور نادرہ، کشف والہام کیطرح بنائے احکام فقہ نہیں ہوتے۔ فتاویٰ رضویہ پنجم میں ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ ان احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔ فتح القدیر ودر المختار میں بھی ہے۔ فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ والنادر مستثنیٰ۔ پھر یہ کہ ضرورت وحاجت میں جتنے شرائط ہیں، وہ علی سبیل المجموع ہیں، نہ کہ علی سبیل الانفراد۔ اور سرکار عالمین شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد پاک بھی ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''اذا امرتکم بشئی فاتوا منہ مااستطعتم، واذا نھیتکم عن شئی فاجتنبوہ'' اور ہمارے موقف کی تائید میں اس کے علاوہ بھی دلائل ہیں۔

المختصر یہ کہ جہاں باتصاویری ڈیوں کے ذریعہ بدمذہبیت پھیل رہی ہے۔ اس مادی ترقی کے دور میں، اس کے متبادلات بھی موجود ہیں۔

لہذا الیکٹرانک ذرائع ابلاغ جنمیں تصاویر ہوتی ہیں۔ ان کے سوا انہی ذرائع ابلاغ کا استعمال صرف آوازوں کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔ افادہ واستفادہ احقاق حق وابطال باطل بے تصویر انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔ ریڈیائی لہروں سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ لہذا باتصاویری ڈیوں کو ضرورت یا حاجت میں داخل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور رخصت پر عمل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ عوام الناس کی خواہشات کے مطابق

فتوٰی دینا ہے۔

۳)۔جواز کی راہ ہرگز نہیں نکل سکتی ہے۔۴)۔ذمہ دار علمائے اہلسنت پر سی ڈیوں کے ذریعہ جواب دینا نہ فرض، نہ واجب، نہ مستحب اور نہ ہی مباح۔ کیونکہ حاجت میں داخل ہی نہیں جیسا کہ شرائط سے معلوم ہوا لہذا زبانی یا تحریری یا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ جواب دیکر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

۵)۔ناجائز ہے۔٦) حاجت میں ضرور دوسرے مسلم افراد کے ضرر و مشقت بھی داخل ہیں، جیسا کہ کتب فقہ کے مطالعہ کرنے والے اشخاص پر اظہر من الشمس ہے۔امام احمد رضا قدس سرہٗ فتاوٰی رضویہ شریف ج/۹ص/۲۰۰ پر ارقام فرماتے ہیں۔

پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی۔ دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔(۱) مثلاً دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے۔اور کوئی شخص ڈوبنے لگا، اور یہ بچا سکتا ہے۔لازم ہے کہ نیت توڑ دے۔.اور اسے بچائے۔حالانکہ ابطال عمل حرام تھا۔"قال تعالیٰ، لا تبطلوا اعمالکم" اس کے علاوہ مزید تین مثالیں پیش فرما کر اشباہ و ردالمحتار سے حوالہ دینے کے بعد فرماتے ہیں،، اقول یہ بھی حقیقۃ اپنے نفس کی طرف راجع، کہ یہ شرعاً ان کے بچانے پر مامور ہے۔اگر بینم کہ نابینا و چاہ است۔اگر خاموش بنشینم گناہ است۔(۷) جو چیز ضرورت یا حاجت کیوجہ سے جائز ہوتی ہے۔وہ ضرورت یا حاجت کے اتمام کے بعد اپنے حکم اصلی کی طرف عود کر آتا ہے، لہذا کسے باشد، ضرورت و حاجت کے سوا یکبار بھی باتصویری ڈی بنوائیگا۔گنہگار ہوگا، بار بار سی ڈیاں بنوانے کا وبال مزید علیہ ہے۔(۸) فقہی سیمنار میں حاجت کا مفہوم اور مثال پیش کرنے کے بعد درجۂ حاجت کی جو مثال پیش کی گئی ہے وہ مثال درجۂ حاجت میں داخل ہی نہیں یعنی مثال، ممثل لہ کے مطابق ہی نہیں کیونکہ آلات مصوری کا نصب کرنا، ناصبین، کا ذاتی فعل ہے جو اختیاری ہے، اور احتمال ناشی عن غیر الدلیل ہے؟ ہاں اگر گورنمنٹ کیطرف سے جبر ہو، تو حاجت یا درجۂ حاجت میں داخل ہوگا۔

هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی العظیم

کتبہٗ فقیر محمد ناظر اشرف قادری

خادم الافتاء والحدیث، دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر، کلمنا، ناگپور، مہاراشٹر

☆☆☆

رویت ہلال اور مفتی نظام الدین مبارکپوری

محسن ملت حضرت العلام مفتی محسن رضا ہادی صاحب نے میرے اصرار پر ’’فقہی سمینار بورڈ دہلی‘‘ کے پہلے سمینار کی زیراکس کاپی روانہ فرمائی۔ اور مباحثین کی فہرست نہیں بھیجی فون پر پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کے اصل محرک مفتی نظام الدین مبارکپوری نے عہد لے لیا ہے۔ کہ مباحثین کی فہرست کسی کو نہ دیں۔ اور جب میں کہوں اس وقت آپ کے لئے دینا جائز ہوگا۔ محسن ملت اپنے عہد و پیمان پر قائم ہیں۔

فقہی سمینار بورڈ کے پہلے سمینار کے فیصلے کا پہلا صفحہ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اسکی بارھویں سطر پر ارشاد فرماتے ہیں: ’’کہ فقہائے کرام کی اصطلاح میں ’’استفاضہ‘‘ خبر مشہور کو کہتے ہیں۔ مقتضائے کلام یہ پیغام دے رہا ہے کہ حضور والا نے نخبۃ الفکر کا بغور مطالعہ فرمایا ہوگا اور یہ سمجھا ہوگا کہ محدثین کے نزدیک جو خبر مشہور ہے وہی اصولین فقہاء کی جماعت واحدہ کی رائے پر خبر مستفیض ہے اور اسی خبر مشہور (مستفیض) کو فقہائے کرام استفاضہ بھی کہتے ہیں۔

اسی لئے ردالمحتار جلد دوم، ص ۱۰۲ پر علامہ رحمتی علیہ رحمۃ الباری نے استفاضہ سے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اسکی ایک سطر تحریر فرما کر اپنے اجتہادی قلم کو یوں جنبش دے رہے ہیں۔ کہ اس سے مستفاد ہیکہ مخبرین کی تعداد کم از کم (۹) ہونی چاہیئے۔ البتہ اس کے لئے کثیر افراد کا آنا۔ یا انکا جماعت در جماعت ہونا تصویر مفہوم کے طور پر مذکور ہے۔ قید احترازی یا شرط لازم کے طور پر نہیں۔ ورنہ بہت سی احادیث مشہورہ کے مشہور و مستفیض ہونے میں اشکال لازم آئیگا۔

مذکورہ بالا عبارت نے صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے اجتہادی قلم کی حقیقت کو واشگاف کر دیا۔ کہ حضور والا مع مندوبین دربارۂ ہلال بھی ’’استفاضہ‘‘ سے حدیث مشہور سمجھ رہے ہیں۔

؎ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا!

مخبرین کی تعداد کم از کم (۹) ہونی چاہیئے۔ یہ ینبغی۔ مستحب کے درجہ میں ہے یا یناسب کے یہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ یا ان کے مندوبین جانیں۔ البتہ کثیر افراد کا آنا یا ان کا جماعت در جماعت ہونا، تصویر مفہوم کے طور پر مذکور ہے۔ علامہ رحمتی علیہ الرحمہ کی کس عبارت سے مستفاد ہے۔ اسکی وضاحت نہیں ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ قید احترازی یا شرط لازم کے طور پر نہیں۔ یہ عبارت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق و معتقد مسلک پر کھلا تشنیع ہے۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ۔ مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ استفاضہ متحقق ہونے کے لئے صرف یہ ضروری ہے۔ کہ کثیر افراد خبر دینے والے ہوں۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں آنا یا جماعت در جماعت ہونا شرط نہیں۔ مندوبین کے زمرہ میں کون کون اشخاص ہیں۔ مجھے نہیں معلوم۔ اگر محسن ملت اس سے پردہ اٹھا دیتے تو غور کیا جاسکتا تھا کہ مندوبین اجتہاد کے کس درجہ پر فائز ہیں یا تفقہ فی الدین میں ان کا رتبہ کیا ہے؟

اب مجھے کہہ لینے دیجئے کہ دربارۂ ہلال جو "استفاضہ" مراد ہے وہ خبر مشہور یعنی حدیث مشہور کے مطابق راویوں کے افراد کا تعین نہیں۔ بلکہ استفاضہ سے مراد یہ ہے جیسا کہ 'منحة الخالق' حاشیہ بحرالرائق کتاب الصوم، ج ۲ رص، ۲۷۰ پر مرقوم ہے۔ "اعلم ان المراد بالا ستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت إلىٰ بلدة التى لم يثبت بها، لا مجرد الاستفا ضة "یعنی استفاضہ سے مراد چاند ثابت ہونے کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر میں آنے والے لوگوں کی خبر کا تواتر ہے۔ محض خبر مشہور ہونا کافی نہیں۔ اور ایسے ہی علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالہ تنبیہ الغافلین والوسنان رج ۱ رص ر۲۵۲ ر پر ارقام فرماتے ہیں۔ "لما كانت الا ستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر "یعنی جب چاند نظر آنے کی خبر۔ خبر متواتر کی طرح مشہور ہو۔ اور یونہی ردالمحتار، ج ۲، رص، ۹۴ پر ذخیرہ کے حوالہ سے شمس الائمہ حلوانی کا قول موجود ہے۔ "الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة "یعنی۔ ہمارے احناف کا مفتی بہ مسلک یہی ہے کہ جب خبر مشہور و متحقق ہو جائے۔ تو اس شہر والوں پر بھی وہ حکم لازم ہو جاتا ہے۔ جسکا خلاصہ یہی ہے کہ خبر مشہور بمنزلۂ متواتر ہو۔ اسی لئے تحقق کے صیغہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اور اگر استفاضہ سے صرف خبر مشہور مراد ہوتی۔ تو تحقق کے صیغہ کے اضافہ کی قطعی حاجت نہ ہوتی۔ جیسا کہ حضور صدر شعبۂ افتاء علامۂ زمن مفتی صاحب قبلہ اور ان کے ہم نوا مندوبین نے سمجھ رکھا ہے۔

اور اگر نظر ناظرین میں قصور نہ ہو اور قلوب میں فتور نہ ہو۔ تو چند سطور تحت کی عبارتیں بھی ملاحظہ کیجئے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کیسا صاف ارشاد فرماتے ہیں۔

"ومثله فى الشرنبلاليه عن المغنى .قلت ووجه الا ستدراك ان هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر "یعنی اس طرح شرنبلالیہ میں مغنی سے ہے میں نے کہا وجہ استدراک یہ ہے کہ یقیناً یہ استفاضہ جسمیں قضائے قاضی پر شہادت نہیں ہے اور نہ ہی شہادت علی الشہادت ہے اس کے باوجود خبر متواتر کے

درجہ میں ہے۔

ان ذکر کردہ حوالوں کی روشنی میں ہی حق واضح ہوگیا کہ استفاضہ فقط خبر مشہور یعنی حدیث مشہور کو نہیں کہتے۔ بلکہ دربارۂ ہلال استفاضہ کا معنی ومفہوم کچھ اور ہے اور صدر شعبۂ افتاء مع مندوبین کچھ اور سمجھ رہے ہیں۔اس موقع پر مجھے ایک شعر یاد آگیا۔

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفتہ من الفہم السقم

قربان جایئے اپنے اس عبقری امام پر جنہوں نے شب وروز قرآن واحادیث کی روشنی میں علم وحکمت کے باغ اگائے۔اور فقہ حنفی کی ایسی آبیاری فرمائی کہ امام اعظم بوحنیفہ کا زمانہ ہوتا۔تو ان کے فتاویٰ دیکھ کر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔اور اپنے خاص تلامذہ میں شمار کرنے میں فخر محسوس کرتے۔وہ استفاضہ کے باب میں کیا تحریر فرماتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیے۔(طریق پنجم) استفاضہ۔یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں۔اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عمل وقائم یا کسی عالم دین محقق ومعتمد پر اعتماد کا ملتزم وملازم ہے۔یا جہاں قاضی شرع نہیں۔تو مفتی اسلام۔مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو۔کہ احکام روزہ وعیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں۔عوام کالانعام بطور خود عید ورمضان نہیں ٹھہرا لیتے۔وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زباں اپنے علم سے خبر دیں۔کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں۔پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ،منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں۔جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے۔نہ کسی شہادت پر شہادت۔نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت۔نہ کتاب قاضی با شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقیں۔یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین۔وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا۔کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائیگی'۔

دیکھ لیا آپ حضرات نے! وہ امام ہمام جنکی حیات فانی کا لمحہ لمحہ فقہ حنفی کو لالہ زار بنانے میں گزری ہے وہ اپنے مسلک مفتی بہ ومعتمد علیہ میں متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے،اور سب کا یک زبان ہوکر بالاتفاق اپنے علم سے خبر دینا اور مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین ہونا شرط قرار دے رہے ہیں۔

اور مطلق ہلال الدین اور ان کے ہم نوا قید احترازی اور شرط لازم ہونے کی نفی کر رہے ہیں اسکو مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف نہیں۔ تو اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

ہاں ہاں! وہی عالم اسلام کا امام ہمام جسکے فتاویٰ سات سمندر پار تک مقبول و مستند کہے جاتے ہیں اور افریقہ کے سپریم کورٹ میں جن کے فتاویٰ پر اعتماد کر کے فیصلے صادر کیئے جاتے ہیں۔ انہی کا وہ انسائیکلوپیڈیا جن کے دامن کی ہوا پا کر مندوبین کی جماعت تفقہ فی الدین کے دعویدار بنتے جا رہے ہیں ایک مقام پہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعت کثیرہ آئیں۔ اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے۔ جنکا بیان مورث یقین شرعی تھا۔

اور اسکے متصل چند سطور بعد فرماتے ہیں۔:

''جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے انکی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی۔ کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے قوی ہے الخ''۔

مندوبین کے ماتھوں پر پسینہ نہ آئے تو چلتے چلتے ''استفاضہ کے تعلق سے ایک آخری حوالہ اسی امام ہمام کا سماعت فرمالیجئے۔ جنہوں نے عشق رسالت پناہی کی جوت جگادی۔ جو بحر الکرامات ہیں اور فتاویٰ رضویہ انکی کراماتوں میں سے ایک جیتی جاگتی چلتی پھرتی کرامت ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں :''بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں۔ کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ انکی خبر پر یقین شرعی حاصل ہوا''۔

مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر مسلک اعلیٰ حضرت سے عدول کے لئے دہلی کے دار القلم میں سمینار کیوں رکھا گیا۔ اسمیں کیا کیا مصلحتیں مضمر تھیں۔ کیا اس سمینار میں موجودہ دور کے مفتیان اعلام بھی موجود تھے۔ یا اٹھارہوں فقہی سمینار ممبئی کیطرح خطباء اور آئمہ مساجد کا ازدھام تھا۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر حقیقت واقعہ نفس الامر یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ صفحۂ اولیٰ کی خطاء فاحش حقیقت واقعہ کی چغلی کھا رہی ہے تو بس پھر کیا ہے یہی نا کہ۔

مشکل میں ہیں براتی پرخار وادی ہیں

میں تطویل کلام سے اجتناب کرتے ہوئے اختصاراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رویت ہلال کے تعلق سے اختلاف و انتشار کا مسئلہ کوئی جدید مسئلہ نہیں۔ کہ اسپر حاجت کا سہارا لیکر زور قلم صرف کیا جائے اور ہر چہار جانب سے چند مولوی اور عوام کو کھڑا کر دیا جائے۔ کہ اگر ٹیلیفون اور موبائل وغیرہ سے رویت تسلم نہ کی گئی تو لوگ دیوبندیوں

اور وہابیوں کی عیدگاہوں میں نماز ادا کرلیں گے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دھیرے دھیرے باطل گروہ کا گرویدہ ہوکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

بلکہ اس تیرہ وتاریک دور میں حاجت اصلیہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت سے جوڑنے کے لئے رویت کے تعلق سے بھی احادیث کریمہ کا سہارا لیا جائے۔ اور یہ بتایا جائے کہ اختلاف وانتشار ماضی قریب وبعید میں تھا۔ لیکن اس کے باوجود۔ صحابۂ کرام سے لیکر امام اہل سنت کے عصر تک احادیث کریمہ ہی پر عمل پیرا رہنے میں نجات سمجھا جاتا رہا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے دور میں ٹیلیفون موجود تھا۔ اس زمانہ کے سب دیابنہ بھی رویت کے تعلق سے احادیث رسول پاک کے خلاف قدم نہیں اٹھائے بلکہ عدم جواز کے قائل رہے۔ اور جب عوام کا دباؤ بڑھا تو شریعت مطہرہ کی اصلی صورت کو مسخ کرنے کا نشہ چڑھا۔ اور نئے نئے مولوی عوام کے دباؤ میں آکر ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبروں پر رویت ہلال کو جائز قرار دیدیا۔ الامان والحفیظ۔ اور اب کئی دہائیاں گزرنے کے بعد ہماری جماعت ہی کے کچھ افراد دیوبندی روش کو اختیار کرنے کی سعی میں سمینار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام سنیوں کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔

آمین بجاہ حبیبہ الاعلیٰ وطٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ الکریم۔



Sabir Idrishi.@yahoo.com
09431360509
Md. Sabir (Sadar) Ranchi-Jharkhand

مفتی مضطر کے معقولی فتویٰ کا سرسری جائزہ!

از قلم: حکیم الملت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ناظر اشرف قادری، ناگپور

ماہنامہ ''جام نور'' دہلی شمارہ مارچ تا مئی ۲۰۱۲ء ص ۳۴/۳۵/۳۶/۳۷، کالم ''مسائل اور الجھنیں'' عنوان ''ٹیلیفون اور موبائل کے ذریعہ رویت ہلال کا ثبوت'' قلمکار: جدت طراز مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر رضوی صاحب۔ نظر ناظر سے گذرا۔ مگر جس مال کے تاجر تھے وہی مال ندارد، جتنی کتابوں کی عبارتیں حوالجات کے طور پر ارقام کئے گئے ہیں، انہی حوالجات نے انکے موقف کے بطلان پر آخری کیل ٹھونکدی ہے۔ انکی تحریر اس قابل نہیں کہ اسپر کچھ التفات کیا جائے۔ مگر ہمارے بعض احباب کی خواہش ہیکہ انکے دلائل کی رکاکت کو سادے الفاظ میں صفحہ قرطاس کی زینت بنادیں۔ تاکہ عام قارئین بھی انکی جدید تحقیق سے واقف ہو کر انہیں اچھی طرح پہچان لیں۔ مفتی مطیع الرحمن صاحب خود ہی سائل ہیں اور خود ہی مجیب اور بذاتہ شبہ میں گرفتار۔ اور شبہ کے بھنور سے نکلنے کے لئے ازالۂ شبہ کے قلمکار۔ مفتی صاحب رقمطراز ہیں۔

(الف) سوال: ٹیلفون اور موبائل کے ذریعہ استفاضۂ خبر کا تحقق ہو کر رمضان وغیرہ کے چاند کا ثبوت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ''کسی شہر سے ٹیلفون اور موبائل کے ذریعہ نہیں ہوسکتا''۔ اپنے اس دعویٰ کے شرعی ثبوت کیلئے فتح القدیر، تنبیہ الغافل والوسنان اور ردالمحتار کے حوالے دیکر خم ٹھونکتے ہوئے کہتے ہیں۔

''ہاں! (الف) جس شہر میں لوگ سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے فیصلہ پر ہی روزہ وعید کرتے ہیں اس شہر سے اتنے زیادہ لوگ خود آکر خبر دیں۔ کہ یہاں سنی حضرات نے بر بنائے رویت روزہ رکھا ہے۔ یا عید کررہے ہیں۔ خواہ اتنے زیادہ معلوم لوگ ٹیلفونوں اور موبائلوں کے ذریعہ خبر دیں کہ یہاں سنی حضرات نے بر بنائے رویت روزہ رکھا ہے یا عید کررہے ہیں بلکہ احتیاطاً اپنی طرف سے بھی ان نمبروں پر فون کرکے مزید اطمنان حاصل کرلیا جائے۔ کہ انہی لوگوں نے ٹیلیفون اور موبائیل پر خبر دی ہے۔ اسی طرح دوسرے معلوم نمبروں پر بھی فون کرکے تصدیق حاصل کرلی جائے۔ جس سے چاند ہونے کا ظن غالب ملحق بیقین ہوجائے۔ تو اس استفاضۂ خبر کا تحقق ہوجائیگا۔ جو شرعا حجت ہے۔ کیونکہ استفاضہ خبر سے یہی مقصود ہے۔

پھر فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۵۲، ۵۵۳، مترجم ۱۰/ ص ۴۱۵ تا ۴۱۷ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ فتاویٰ رضویہ میں جس اسلامی شہر میں قاضی شرع نہیں مفتی اسلام، مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو، کہ احکام روزہ وعیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں، وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے خبر دیں۔ اور اس کے دوسطر بعد کا یہ جملہ حذف کرگئے کہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں۔

اس کے بعد علامہ رحمتی علیہ رحمۃ الباری کی عبارت پیش کرتے ہیں کہ۔ ''**معنیٰ الاستفاضہ ان تاتیی من تلک البلدۃ جماعات متعدون . کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ لامجرد الشیوع**'' اور پھر (ب) کے تحت بھی فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰ ص ۴۷۹ کا حوالہ رقم فرماتے ہیں، کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ''جس شہر میں قاضی شہر ہو اور اسی کے حکم سے وہاں روزہ وعید ہوا کرتے ہیں۔ وہاں سے لوگ گروہ کے گروہ آئیں۔ اور بالاتفاق اس حاکم شرع کا حکم بیان کریں''۔ اور پھر (ج) کے تحت بھی لکھتے ہیں کہ ''فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعت کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے''۔ جسکا بیان مورث یقین شرعی تھا۔

قارئین کرام! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا مفتی مطیع الرحمن صاحب کے حوالجات ٹیلفون اور موبائل سے رویت ہلال کے ثبوت کو ھباءً منثورا نہیں کردیا ہے؟ انہوں نے جتنے حوالے ٹیلیفون اور موبائل کی خبر سے رویت ہلال کے اثبات پر ارقام فرمائے ہیں۔ ان تمام کا خلاصہ تو یہی ہے نا کہ دوسرے شہر سے کثیر جماعتوں کا آنا ضروری

ہے اور اسکا بالاتفاق بیان کرنا بھی! اور ہر کس و ناکس جانتا ہیکہ ٹیلیفون اور موبائیل کی خبروں میں خبر دینے والوں کا ’آنا‘ نہیں پایا جاتا۔ چہ جائیکہ سب کا بالاتفاق بیان کرنا الی آخرہ ہاں یہ سچائی ضرور ہے کہ حضرت والا نے جواب کی ابتدا جن شرعی لفظوں سے کی ہے۔ وہ یہی ہے کہ۔ کسی شہر سے ٹیلیفون اور موبائل کے ذریعہ استفاضۂ خبر کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ اس صداقت پر قربان اسی لئے کسی نے کہا ہیکہ حق وہ ہے جو سر چڑھکر بولے اور جواب کے سرے پر ہی حق حق بول گیا۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ۔

(ب) **مفتی صاحب کا شبہ**:۔ اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کی خبر کو بھی امور شرعیہ میں نامعتبر قرار دیا ہے۔ تو اس سے استفاضۂ شرعیہ کا تحقق کیسے ہوجائیگا؟

اور اپنے اس شبہ کا ازالہ ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہیکہ اعلیٰ حضرت کے زمانے کو تو سو سال ہوگئے مطلب یہ ہے کہ اب دور بدل چکا ہے لہذا ٹیلفون کی خبر بھی امور شرعیہ میں معتبر ہوجائیگی۔ اور شکل یوں بنے گی کہ ٹیلفون کی خبر بھی امور شرعیہ معتبر اور استفاضۂ خبر بھی امور شرعیہ میں معتبر تو بشکل ثانی نتیجہ یوں نکلا کہ ٹیلیفون کی خبر سے بھی استفاضۂ خبر ہوجائیگی۔

اور اسی ازالہ شبہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ بلکہ دونوں جانب تھری جی (3G) موبائل ہو تو آپ ان کو اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس محاکمہ سے مفتی صاحب یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ۔ تھری جی موبائل میں تمثال ہوتا ہے تصویر ہوتی ہے۔ اور کسی کی تصویر اسکی عین ذات ہوتی ہے۔ اسی لئے طمطراق انداز سے قول ثانی پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ دوسری بات یہ ہیکہ اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کے ذریعہ بیان کو استفاضۂ خبر کے تعلق سے نامعتبر نہیں قرار دیا تھا۔ بلکہ شہادت کے تعلق سے نامعتبر قرار دیا تھا، وہ بھی اس صورت میں جبکہ دونوں دوبدو نہ ہو۔ اور تھری جی موبائل میں دونوں طرف تصویر ہوتی ہے۔ لہذا دوبدو یعنی آمنے سامنے کا جو حکم ہے وہ تھری جی موبائل کے تصویروں کا بھی حکم ہوگا۔ یہ ہے مفتی مضطر صاحب کا، صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قول، ’’صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ‘‘ سے روگردانی کی سزا۔

ذرا مفتی صاحب کے جمینیٹ والے جملوں پر سرسری نظر ڈالئے تو سہی امام اہل سنت سے سوال ٹیلیفون سے شہادت کے باب میں کیا گیا تھا۔ اسی لئے امام اہلسنت نے ٹیلیفون کے ذریعہ بیان کی وضاحت فرمائی تھی۔ استفاضۂ خبر کے تعلق سے سوال ہی نہیں تھا تو اس کے جواب کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اسکے باوجود تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے جدت طراز مفتی رقمطراز ہیں کہ، اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کے ذریعہ بیان کو استفاضۂ خبر کے تعلق سے نامعتبر نہیں قرار دیا تھا۔ اور آگے فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۳۶۷ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ یونہی ٹیلیفون کہ اسمیں شاہد و مشہود نہیں ہوتا۔ اور گویا مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ تھری جی موبائل میں شاہد و مشہود ہوتا ہے۔ کیونکہ اسمیں تمثال ہوتا ہے۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ ص ۳۷۰ پر ہے کہ ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اسکا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔

فرمائیے حضرت! اپنے موقف کے استشہاد کیلئے جن حوالوں کو آپ نے پیش فرمایا ہے کیا وہ تمام کے تمام حوالے آپ کے موقف کے تاروپود کو بکھیر کر رکھ نہیں دیئے ہیں؟ اسی لئے تو میں نے آغاز میں ہی کہدیا ہے کہ، جس مال کے تاجر تھے وہی مال ندارد؟

(ج) مفتی صاحب کو شبہ پیدا ہوا کہ امام رحمتی نے ’’ان تاتیی من تلک البلدۃ‘‘ کا قول کیا ہے۔ اور موبائل و ٹیلیفون کی خبروں میں دینے والا آتا نہیں ہے، تو استفاضۂ خبر کی تعریف کیسے صادق آئیگی؟ اس کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان سمیت جملہ اسلاف کے اقوال سے بے اعتنائی برتتے ہوئے اپنے جنونی قلم کو یوں ہوا دیرہے کہ تو معلوم ہوا کہ جماعت ہو یا گروہ (آنیوالوں کے ذریعہ لگا تار خبر موصول ہونا ضروری نہیں) اور چند سطور بعد لکھتے ہیں کہ۔ لہذا ٹیلیفون اور موبائل پر اتنے لوگ خبر دیں جن پر (آئے بغیر) جماعات متعددہ اور گروہ در گروہ صادق آئے اور قاضی (مضطر صاحب) کو ظن غالب ملتحق بالیقین ہوجائے تو اس استفاضہ کا تحقق ہوجائیگا۔ جو شرعاً حجت ہے ایسے ہی شخص کے لئے کسی نے کہا ہے۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
فقیر محمد ناظر اشرف قادری غفرلہ القوی
خادم الافتاء والحدیث دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر، کلمنا ناگپور۔۲۶

عرس قاسمی مارہرہ اور دیگر تقریبات میں بدایونیوں کی شرکت کیسی؟

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت سیدی تاج العلماء سجادہ نشین بڑی سرکار مارہرہ مطہرہ اور حضرت سید العلما علامہ سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب مارہرہ مقدسہ اور حضرت علا۔ مولانا مفتی سید شاہ حسن حیدر میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانۂ حیات میں جناب حافظ سالم میاں صاحب بدایونی اور دیگر بدایونی اور خوشتر صاحب، مسلک اعلیٰ حضرت سے روگردانی کے سبب عتاب کا شکار تھے عرس مقدسہ اور دیگر تقریبات میں ان کو شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت علامہ سیدی سید شاہ حیدر حسن میاں صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات کے بعد کیا ان کے تمام قصور معاف ہو گئے؟ اب یہ دودھ سے دھل گئے ہیں؟ اسپر معقول بیان دیکر اہل سنت کی بے چینی کو دور کریں۔ اب مارہرہ مطہرہ شریف میں نئی نئی تبدیلیاں کیوں کر واقع ہو رہی ہیں؟ بیان فرما کر اہل سنت کو مطمئن فرمائیں فقط۔

(ادارہ)

(بقیہ صفحہ ۱۲ کا)......کوئی علامت اس میں موجود تو نہیں ہے اگر ہے تو ان سے دور بھاگیں تا کہ آپ کے عقیدہ وایمان محفوظ رہے اور آپ بدعقیدگی اور گمرہی کے قعر مذلت میں نہ گر پڑیں اسی کی طرف محسن عالم مرشد عالم اور ھادی اعظم نے اشارہ فرمایا: 'لا یضلونکم ولا یفتنونکم' ان سے دور بھاگو کہیں تمہیں گمرہی میں نہ ڈال دیں اور کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔
مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں سچوں اور اچھوں کی صحبت نصیب فرمائے اور گمراہ اور گمراہ گروں کی صحبت بد سے ہم سبھوں کی حفاظت فرمائے۔

حضرت علی کی نصیحتیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا فاجر سے بھائی بندی نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لئے مزین کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا تیرے پاس اس کا آنا عیب اور ننگ ہے اور احمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ اپنے کو مشقت میں ڈالدے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہونچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہونچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچادے گا۔ اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر اور کذاب سے بھی بھائی چارہ نہ کر اس کے ساتھ معاشرت تجھے نفع نہ دے گی تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔

ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعے

رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوسکتا

از قلم: مفتی محبوب رضا نوری بدر القادری

مذہب اسلام دین الٰہی کا نام ہے اس کے اصول وضوابط مسائل واحکام مستحکم ہیں ان میں تغیر وتبدل کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ بسا اوقات اختلاف زمان ومکان ووجوہ ستہ کی بنیاد پر بعض مسائل کی نوعیت بدل جاتی ہے ''کم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان (ردالمحتار،ج۵،ص۲۴۷)'' یہ بھی اسلام ہی کا ایک ضابطہ ہے مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس ضابطۂ شرعیہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہیکہ حالات وتقاضے اور اسباب ستہ کے زیر اثر مسائل شرعیہ کی اصلی صورت مسخ کردی جائے اور حلت وحرمت جواز وعدم جواز کے اصول تار تار کردیے جائیں۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہیکہ وہ فقیہان اسلام جنکے فتاوے پر اعتماد کرکے راہِ عمل کے صحیح خطوط متعین کئے جاتے تھے آج انہی کے فتاوے نفاق وشقاق، اختلاف وانتشار کا سرچشمہ بنتے جارہے ہیں۔

مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

ابھی چند سالوں سے جدید تحقیقات کے نام پر اور حاجت، ضرورت، عموم بلوی، دفع حرج وغیرہ وغیرہ جیسی فقہی مصطلحات کا دھونس جما کر جو اسلاف بیزاری کا بازار گرم کیا جارہا ہے وہ قوم وملت کے لئے سود مند نہیں بلکہ سم قاتل ہے۔

فی زماننا اسلاف بیزاری وجدت طرازی میں ماہنامہ جام نور کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ ہر وہ تحریر جو اسلاف کرام واساطین عظام کے لئے چیلنج ہو اسے جام نور کی زینت بنائی جاتی ہے اس سے مذہب وملت کی کون سی خدمت ہورہی ہے اسے خوشتر صاحب بہتر جانتے ہوں گے۔ ابھی کچھ ایام پہلے فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمن مضطر صاحب کا ایک اہم فتویٰ جام نور کے توسط سے نظر نواز ہوا۔ فتوی کیا ہے؟ بس سمجھ لیجئے کہ اسلاف کرام اور فقہاء عظام کی تحقیقات علمیہ وتدقیقات انیقہ کے خلاف ایک جرأت مندانہ اقدام ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ایک گمنام مفقود الخبر سائل نے دریافت کیا کہ ٹیلیفون اور موبائل کے ذریعہ استفاضۂ خبر کا تحقق ہوکر رمضان وغیرہ کے چاند کا ثبوت ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جواب میں ارقام فرماتے ہیں کہ کسی شہر سے ٹیلیفون اور موبائل کے ذریعہ نہیں خود آکر بھی کچھ لوگ یہ گواہی دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھا ہے یا فلاں سنی صحیح العقیدہ متدین عالم دین نے لوگوں کو روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لئے کہا ہے تو بھی وہ استفاضہ جو شرعاً حجت ہے متحقق نہیں ہوگا'' مفتی صاحب قبلہ اپنے اس موقف کو فتح القدیر، تنبیہ الغافل، والوسنان اور ردالمحتار کے حوالجات سے مزین فرمایا ہے جو بے شبہ لائق عمل وقابل حجت ہے مگر آگے چلکر مفتی صاحب اپنے موقف پر قائم نہ رہ سکے اور جواز کی راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہوگئے رقمطراز ہیں: ''ہاں جس شہر میں لوگ سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے فیصلے پر ہی روزہ وعید کرتے ہیں اس شہر سے زیادہ لوگ خود آکر خبر دیں کہ یہاں سنی حضرات نے بر بنائے رویت روزہ رکھا ہے یا عید کررہے ہیں خواہ اتنے زیادہ معلوم لوگ ٹیلیفون اور موبائلوں کے ذریعہ خبر دیں کہ یہاں سنی حضرات نے بر بنائے رویت روزہ رکھا ہے یا عید کررہے ہیں بلکہ احتیاطاً اپنی طرف سے بھی ان نمبروں پر فون کرکے مزید اطمینان حاصل کرلیا جائے کہ انہیں لوگوں نے ٹیلیفون اور موبائل پر خبر دی ہے اسی طرح دوسرے معلوم نمبروں پر فون کرکے تصدیق کرلی جائے جس سے چاند ہوجانے کا ظن غالب ملحق بیقین ہوجائے تو اس سے استفاضۂ خبر کا تحقق ہوجائیگا جو شرعاً حجت ہے کیونکہ استفاضۂ خبر سے یہی مقصود ہے۔

محترم قارئین! آپ نے مفتی صاحب قبلہ کا جواب لاجواب بنظر عمیق مطالعہ فرمالیا ہوگا امید ہیکہ اس سے کافی محظوظ بھی

ہوئے ہونگے کیونکہ جواز وعدم جواز اثبات ونفی کی ملی جلی کیفیت نے جواب کو چیستاں اور معمہ بنادیا ہے۔ عام قارئین بھی حیرت ہیں کہ مفتی صاحب قبلہ کا یہ جواب اثبات میں ہے یا نفی میں؟ مگر آپکو ورطۂ حیرت میں غوطہ زن ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ علامہ تقام یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر ٹیلیفون اور موبائل کے ذریعہ صرف چند لوگوں نے خبر دیں تو اس سے چاند کا ثبوت نہیں ہوگا کیونکہ اس سے چاند ہونے کا ظن غالب ملحق بیقین حاصل نہیں ہوتا لیکن اگر ٹیلیفونوں اور موبائلوں کے ذریعہ اتنے زیادہ معلوم لوگوں نے خبر دیں جس سے چاند ہوجانے کا ظن غالب ملحق بیقین ہوجائے تو رویت کا ثبوت ہوجائیگا کیونکہ یہ خبریں درجۂ استفاضہ میں ہے اور استفاضہ کے ذریعہ رویت کا ثبوت ہوجاتا ہے لہذا ان خبروں کے ذریعہ بھی رویت کا ثبوت ہوجائیگا۔

مفتی صاحب کی تحقیق انیق کے مطابق تحقق استفاضہ کے لئے نہ ہی جماعت متعددہ کی ضرورت اور نہ ہی آکر خبر دینا لازم بس بہت زیادہ معلوم لوگوں کا فون آجانا تحقق استفاضہ کے لئے کافی ووافی ہے۔

اب ہمیں مفتی صاحب کے عندیہ کو میزان شریعت میں تول کر دیکھنا ہے کہ مفتی صاحب کا پلہ اونچا ہے یا نیچا؟

قارئین کرام! آپ فقہ وافتاء کی معتمد ومتفق علیہ کتابیں اٹھا کر دیکھ جایئے کہیں پر اس موقف کی تائید نہیں ملیگی ہاں "مارے گھٹنا پھوٹے سر" والا معاملہ ہو تو یہ دوسری بات ہے۔

شریعت غرہ کے نزدیک تحقق استفاضہ کے لئے جماعت کا متعدد ہونا اور آکر بیان دینا لازم ہے اس امر پر علامہ رحمتی، امام اہلسنت، صدرالشریعہ، ملک العلماء، ودیگر اکابرین کی تحریرات موجود ہیں۔ علامہ رحمتی علیہ الرحمہ استفاضہ کے بیان میں فرماتے ہیں "معنى الاستفاضة ان تاتى من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة" استفاضہ کا معنی اس شہر سے متعدد جماعتوں کا آنا ہے ان میں سے ہر ایک اس شہر والوں کی خبر دیں (ردالمحتار، ج ۴ ص ۹۴) اور امام اہل سنت مجدد اسلام امام احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۶۲ پر فرماتے ہیں: "کہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ انکی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو" فتاوی ملک العلماء اور بہار شریعت وغیرہ میں بھی اس قسم کی عبارتیں موجود ہیں اب فیصلہ قارئین کے ہاتھوں ہے کیا مذکورۃ الصدور عبارتوں سے واشگاف نہیں ہورہا ہے کہ تحقق استفاضہ کے لئے جماعت متعددہ کا آکر بیان دینا شرط لازم ہے۔ اگر ہے اور بیشک ہے تو مفتی صاحب کی تحقیق بازغ کی اہمیت کیا رہ جاتی ہے؟ اور رہتی بھی کیسے جبکہ علمی دنیا میں ایسے اکابر (علامہ رحمتی، امام اہل سنت، صدرالشریعہ، ملک العلماء)، کے مقابل مفتی صاحب کی پوزیشن ویسے ہی ہے جیسے امریکہ کے سامنے نیپال کی یا چین کے سامنے بنگلہ دیش کی!!!

مزید برآں خود مفتی صاحب قبلہ ازالۃ شبہ کے ماتحت منحۃ الخالق کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ استفاضہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ خبر صرف مشہور ہوجائے جس شہر میں چاند کا ثبوت ہوگیا ہے اس شہر سے آنے والوں کے ذریعہ لگاتار خبر موصول ہو" قرآنی ارشاد قولوا قولا سدیدا کے تحت سچ کہئے کیا اس ترجمہ نے مفتی صاحب کی ترجمانی کے حصن حصین کو مسمار نہیں کردیا؟

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

برسبیل تنزل اگر مفتی صاحب کی بات مان بھی لی جائے تو ہم ان سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی صاحب کو دوسروں کی آواز بنانے اور نقل کرنے میں دستگاہ کامل حاصل ہو اور وہ مفتی صاحب کے جانے پہچانے معروف ومعلوم بے شمار اشخاص کے موبائلوں کو لیکر نوبت بنوبت باری باری آواز بدل بدل کر خبر دے کہ فقیہ النفس صاحب قبلہ ہمارے شہر میں سنی حضرات نے بر بنائے رویت روزہ رکھا ہے یا عید کررہے ہیں تو بتایا جائے بریں صورت استفاضہ کا تحقق ہوگا کہ نہیں؟ جبکہ آپ کے منطقیانہ جواب کی روشنی میں استفاضہ متحقق ہوجانا چاہیئے کیونکہ نمبرات بھی معلوم ہیں اور آواز بھی جانی پہچانی ہے اس سلسلے میں آپ کی جدید تحقیق کیا ہے جواب عنایت فرماکر شکریہ کا

موقع فراہم کریں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ٹیلیفون اور موبائل پہ بولنے والوں کو معلوم فرمایا ہے یہ بھی میری فہم ناقص سے بالاتر ہے کیونکہ ٹیلیفون اور موبائل پر بولنے والا معلوم نہیں بلکہ عندالشرع مجہول ہوتا ہے اگر چہ بولنے والا اپنا نام ونسب اتا پتہ بتادے کیونکہ شرعاً اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ واقعی یہ وہی شخص معروف ہے اگر چہ آواز سے من وجہ معرفت ہوجاتی ہے کہ بولنے والا فلاں شخص ہے مگر شرع شریف نے اسکا اعتبار نہیں فرمایا تبیین الحقائق وفتاوی عالمگیر یہ وہدایہ وغیرہ میں ہے "النغمہ تشبہ النغمہ" آواز آواز کے مشابہ ہے لہذا ان حقائق کے اجالے میں روشن ہوگیا موبائل وغیرہ کے ذریعہ آئی ہوئی خبریں ہرگز ہرگز درجۂ استفاضہ میں نہیں ہیں۔

شبہ: امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ٹیلیفون کی خبر کو امور شرعیہ میں نامعتبر قرار دیا ہے تو اس سے استفاضہ شرعیہ کا تحقق کیسے ہوجائیگا اس شبہ کو قائم فرما کر مفتی صاحب نے دو جواب ارقام فرمائے ہیں۔ پہلا جواب اس لائق نہیں کہ اس پر کچھ رقم کیا جائے البتہ جواب ثانی ایک لحہ کے لئے چونکا دینے والا ضرور ہے۔

ارقام فرماتے ہیں کہ دوسری بات یہ ہیکہ اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کے ذریعہ بیان کو استفاضۂ خبر کے تعلق سے نامعتبر نہیں قرار دیا، بلکہ شہادت کے تعلق سے نامعتبر قرار دیا تھا" جبکہ حقیقت یہ ہیکہ امام اہل سنت نے ٹیلیفون کے ذریعہ آئی ہوئی خبر کو جسطرح شہادت کے تعلق سے نامعتبر قرار دما ہے یونہی استفاضۂ خبر کے تعلق سے بھی۔ کیونکہ اگر ٹیلیفون کے ذریعہ استفاضۂ خبر کا تحقق ہوتا تو یسر وا لاتعسروا کے تحت اس صورت کو ضرور ارقام فرماتے۔ تار اور ٹیلیفون کے متعلق جواب میں کہ تار محض بے اعتبار یونہی ٹیلیفون، اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو" پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ آپ یہ ثابت کرتے کہ ٹیلیفون کی خبر باب شہادت میں غیر معتبر اور تحقق استفاضہ میں معتبر ہے اس لئے اذعان ویقین کی حد تک کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے ٹیلیفون کی خبر کو باب استفاضہ میں بھی غیر معتبر قرار دیا فافہم ولا تعجل۔

آخر میں مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں ایک عریضہ یہ ہیکہ حضرت والا ہندوپاک کی معروف شخصیت ہیں علم وفضل کی دنیا میں ماہ ونجوم کیطرح روشن ہیں آپکی تحقیق وتدقیق سند کا درجہ رکھتی ہے اسلئے رکیک تحریرات کے ذریعہ اپنی حیثیت علمی کو داؤ پر نہ لگائیں ایسی خستہ تحریروں سے علمی دنیا میں آپ کا قد اونچا ہونے کے بجائے بونا ہوجائیگا اور آپ گمنامی کی اس وادی میں تشریف لیجائیں گے جہاں سے واپسی ممکن نہ ہوگی۔ حضرت عالی مرتبت اگر ان چند سطور میں کوئی جملہ طبع نازپر گراں گزرے تو کودک ناداں سمجھ کر درگزر فرمائیں گے۔

بہت سوچ کر ہوا ہوں موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

فقط محمد محبوب رضا نوری بدر القادری
خادم دار العلوم اعلیٰ حضرت، کلمنا ناگپور 09175839450

کرناٹک میں عید سعید جشن یوم ولادت غریب نواز

۱۶ر جون ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ انجمن برکات رضا نوجوانان اہل سنت ہولے نرسی پور ضلع ہاسن کرناٹک میں ۸۹۸ یوم ولادت اور ۸۰۰ سالانہ عرس غریب نواز بڑی شان وشوکت کے ساتھ منایا جارہا ہے۔

زیر سرپرستی: خطیب الہند حضرت علامہ مفتی محمد محبوب عالم صاحب رضوی مہتمم دار العلوم رضویہ غریب نواز رضا نگر اجین ایم پی

زیر صدارت: پیر طریقت ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت الحاج قاری محمد لیاقت رضا نوری خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند

مقرر خصوصی: بلبل گلستان چشت فاضل جلیل حضرت علامہ الحاج قاری ارشاد احمد صاحب مغربی اجمیر شریف اور درجنوں علمائے کرام تشریف لارہے ہیں

سید نظام الدین شاہ قادری رضوی صدر انجمن برکات رضا ہولے نرسی پور ضلع ہاسن کرناٹک

مسجد امام احمد رضا کا سنگ بنیاد

۱۸ اپریل ۲۰۱۲ء بروز بدھ بعد نماز ظہر الطاف نگر رانی بنور کرناٹک میں پیر طریقت ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت علامہ الحاج الشاہ قاری محمد لیاقت رضا نوری خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند نے درود شریف، اور نعرۂ تکبیر و رسالت، مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد، کی گونج میں مسجد امام احمد رضا کا سنگ بنیاد رکھا پھر تمام حاضرین نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں صلوٰۃ وسلام پیش کیا فاتحہ کے بعد تبرک تقسیم کیا گیا اور دعا ہوئی۔۔

غلام مصطفیٰ رضوی رکن قادریہ اکیڈمی رانی بنور کرناٹک